دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بہادر شاہ ظفر

ڈرامہ

ظفر آدمی اُس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

مُؤلفہ
محمد نعیم عارفی بی، اے

ناشران
شیخ شوکت علی اینڈ سنز
بندر روڈ، کراچی

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

بہادر شاہ ظفر

مؤلّف

محمد نعیم عارفی بی۔اے

ناشران

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

بندر روڈ۔ کراچی —— برانچ۔ حیدرآباد

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No 017067
★ MAILSI ★
TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

جملہ حقوق دائمی اشاعت وطباعت

بلقیس اقبال

پروپرائٹر

شیخ شوکت علی اینڈ سنز پبلشرز بک سیلرز

بندر روڈ کراچی. محفوظ ہیں)
فون نمبر: ۳۰۴۳۰

باراول ---- ایک ہزار

قیمت: ---- ایک روپیہ چار آنے

طباعت: ---- ایجوکیشنل پریس

انتساب

میں اس حقیر کاوش کو اپنے اساتذہ، ایجوکیشنل سوسائٹی اور طلبہ وطالبات کی طرف سے اپنے محبوب اور ہردلعزیز پرنسپل پروفیسر امانت علی صاحب کے نامِ نامی سے معنون کرتا ہوں۔

محمد نعیم عارفی

۵ر فروری سنہ ۱۹۶۲ء

حرفِ آغاز

طریقہ ہائے تدریس میں منصوبی طریقے کی اہمیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا جامع طریقہ ہے جس کے ذریعہ تعلیم کے زیادہ سے زیادہ مقاصد کا حصول بیک وقت ممکن العمل ہو جاتا ہے۔ زیر نظر ڈرامہ اسی قسم کے ایک منصوبے کی بطریقِ احسن تکمیل ہے۔ یہ منصوباتی طریقہ پر تحقیق کا نتیجہ ہے۔ تاریخی گروپ میں اس کی ابتدا ہوئی۔ اور معاشرتی علوم کے طلباء کے تعاون سے اس کا منصوبہ بنایا گیا۔ میرے دو رفیقِ کار جناب اشرف حسین ہاشمی اور جناب خالد یار خاں نے اس منصوبے کے دو مختلف پہلوؤں کی نگرانی کی۔ ہاشمی صاحب کے ذمّہ لسانی وادبی پہلو رہا اور خالد صاحب کے ذمّے تاریخی اور معاشرتی پہلو رہا۔ تاریخی حقائق و نظائر ان اساتذہ کی نگرانی میں خود طلباء

نے فراہم کئے۔ اشرف حسین ہاشمی صاحب اور خالدیار خاں صاحب کا شمار ملک کے ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ ہاشمی صاحب نے امریکہ اور برطانیہ کی بہترین یونیورسٹیوں سے تعلیم، ادب اور لسانیت پر اعزاز کے ساتھ ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اور کالج کے شعبہ لسانیت کے صدر ہیں۔ خالد صاحب کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ تقریباً دس سال سے شعبۂ تاریخ کے صدر ہیں۔ اور متعدد کتب مثلاً تاریخ تعلیم۔ تاریخ کیسے پڑھائیں۔ اور تدریس معاشرتی علوم وغیرہ لکھ چکے ہیں۔ جنہوں نے ملک کے علمی و ادبی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ اس منصوبے کی تالیف و تحریر کے لئے میرے ہونہار طالب علم محمد نعیم عارفی کی زیر سرکردگی ایک کمیٹی بنا دی گئی تھی۔ جس میں متعدد طلبا، مثلاً شاکر جمیل، سلطان مسعود، ثریا انصاری، امین الرحمٰن قریشی، نفیسہ اشفاق، ایم عبدالوہاب صدیقی، سعد خانم، سعیدالدین ذکیہ عاصم۔ اقبال احمد اور سید محمود علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ الفاظ کا انتخاب لسانی و صوتی اعتبار سے کیا گیا۔ بہتر الفاظ کے انتخاب کے سلسلے میں مختلف تجربوں کے بعد حرفِ آخر کی شکل دی گئی۔

یہ ایک کثیر المقاصد منصوبہ تھا۔ جس سے ہماری تعلیم و تربیت کے متعدد پہلوؤں پر کماحقہ روشنی پڑتی ہے۔ مختلف منازل و ادوار سے گزر کر یہ اسٹیج کی منازل پر پہونچا (یہ ڈرامہ ۵ فروری ۱۹۶۲ء کو کالج ہال میں اسٹیج کیا گیا۔ جس میں نہ صرف کراچی بلکہ صوبائی و مرکزی حکومت کے ممتاز ماہرینِ تعلیم نے شرکت کی) اور اب آپ کے سامنے ہے۔ یہ نقش اوّل ہے۔ اس کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہ دیگر تعلیمی و تربیتی اداروں کے لئے نقشِ اوّل ثابت ہو اور وہ اس سے بہتر انداز

پر اپنے تعلیمی منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ یہ ڈرامہ اپنی مثال آپ ہے کیونکہ غالباً کوئی ایسا منصوباتی اردو ڈرامہ ابھی تک پیش نہیں کیا گیا جو ڈرامے طبع ہونے کے بعد اسٹیج کئے جاتے ہیں مگر اس کی نوعیت سراسر مختلف ہے۔ اسے بجا طور پر تدریس وادب کا حسین امتزاج کہا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ ملک کے تربیتی ادارے اس سے بہتر منصوبے پیش کریں گے جو نہ صرف اسٹیج کے لئے موزوں ہوں بلکہ تعلیمی اداروں کے لئے مشعلِ راہ بھی بن سکیں۔

نامناسب ہوگا اگر میں محترمہ بلقیس اقبال، پروپرائٹر شیخ شوکت علی اینڈ سنز کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی ذاتی دلچسپی کی بنا پر اس قدر عجلت کے ساتھ اس ڈرامے کی طباعت ممکن ہو سکی۔

(پروفیسر) امانت علی

پرنسپل گورنمنٹ ٹیچرس ٹریننگ کالج۔ ناظم آباد۔ کراچی

افراد تمثیل

بہادر شاہ ظفر	ہندوستان کا نام نہاد آخری مغل تاجدار
ملکہ زینت محل	بہادر شاہ ظفر کی بیگم۔ ملکہ
مرزا جواں بخت	ولیعہد سلطنت ہند
مرزا مغل	شہزادہ۔ باغی افواج کا سپہ سالار
حکیم احسن اللہ	وزیر اعظم اور طبیب شاہی
حشمت خان	انگریزوں کا ایک باغی رسالدار
نواب فیض علی خان	رئیس جھجر
نواب امین الدین خان	رئیس لوہارو
نواب کلب علی خان	نواب رام پور
نواب علاؤ الدین خان	والی فیروز پور
مفتی صدر الدین خان آزردہ	دہلی کے صدر الصدور
مولانا نواب قطب الدین خان	ایک رئیس و عالم
حیدر شکوہ	بہادر شاہ کا بھتیجا
مولانا فضل حق خیرآبادی	علمائے دربار
مولانا امام بخش صہبائی	
مکند لال	بہادر شاہ کا خزانچی (مکتّر)
مرزا اسد اللہ خان غالب	ہندوستان کے مشہور و عظیم شاعر
چیف جج کرنل ڈلارس	فوجی عدالت کا بڑا جج
میجر پامبر۔ میجر سائزر	ارکان جیوری
میجر ریڈمنڈ۔ کیپٹن ووکھن	
میجر ہیرٹ	وکیل سرکار و جج ایڈوکیٹ جنرل
محرر عدالت	

خواصیں، لالہ رُخ۔ صنوبر۔ گلبدن۔ مہتاب

رقاصہ شگوفہ۔ کنیزیں، خواجہ سرا محبوب علی۔ سپاہی، اور دیگر اکابرین و عمائدین، راہ گیر وغیرہ

پہلا سین

مقام — قلعۂ دہلی کا دیوان خاص

وقت — ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کی شام

پس منظر کی آواز

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل

زنہار اگر تمہیں ہوسِ ناو نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

اس عالمِ رنگ و بو میں یوں تو شب و روز بہت سے حادثات و واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ ہماری اپنی کہانی ہے۔ توحید پرستوں کی کہانی —— جنہوں نے اپنی قوّتِ ایمانی، زورِ بازو اور حسنِ تدبیر سے اس بساطِ ہستی پر بہت کچھ کیا —— سرزمین ہند میں بھی ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی جس کی خشت اوّل محمد بن قاسم کے ہاتھوں رکھی گئی۔۔۔۔۔۔ محمد بن غوری۔ بابر۔ اکبر۔ شاہجہاں اور اورنگ زیب نے جس کی سربراہی کی مگر رفتہ رفتہ قاسمی اخوت، عظمتِ غوری، عزمِ بابری، عدلِ جہانگیری، شکوہِ شاہجہانی اور زہدِ عالمگیری کی جگہ بددلی، دوں ہمتی، پستی خود غرضی، فرقہ واریت، عصبیت اور عیش پرستی نے لے لی۔۔۔۔

خدا کے آگے جھکنے والے سر انسانوں کے سامنے جھکنے لگے ۔۔۔۔۔۔

ان ہی حالات میں لال قلعۂ دہلی میں ۱۱ر مئی ۱۸۵۷ء کی ایک شام۔

پردہ آہستہ آہستہ اٹھتا ہے

قلعۂ دہلی کے دیوانِ خاص میں شہنشاہِ ہند بہادر شاہ ظفر کا جشنِ سالگرہ منایا جا رہا ہے۔

اگرچہ جشن سالگرہ کی رنگین تقریب حسب حیثیت و محبت تمام ساکنانِ دہلی منا رہے ہیں۔ امرا اور رؤسا نے جو دربار سے وابستہ ہیں اپنی اپنی بساط کے مطابق بہت کچھ اہتمام کیا ہے مگر دیوانِ خاص کی آرائش و حسن دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیواروں پر زربفت و کمخواب کے قیمتی پردے آویزاں ہیں۔ مناسب مقامات پر بانات کی پتیاں اپنی شان دکھا رہی ہیں۔ بقیہ حصوں پر بہترین تصاویر اور طرح طرح کے نقش و نگار اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ سلطنت مغلیہ کی گزشتہ عظمتوں کے نقیب قیمتی بلوریں، جھاڑ و فانوس دربار کی شان و دلآویزی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ فرش پر بہترین ایرانی و رومی قالین بچھے ہوئے ہیں جن پر چلنے سے ٹخنوں کو رواں ڈھانپ لیتا ہے۔ دیوان کی چھتیں مرصّع پچی کاری و حسین نقش و نگار کی وجہ سے

دیکھنے والوں کے لئے لذتِ نگاہ کا کام کر رہی ہیں۔ حسن و تمکنت کا ایک ایسا حسین و دلآویز ہنگامہ برپا ہے جس کی درخشندگی و تابانی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔

دربار میں ابھی ظلِ سبحانی بہادر شاہ ظفر تشریف نہیں لائے ہیں۔ ولیعہد سلطنت اور شہزادے بھی نہیں ہیں۔ دم بدم خبریں آ رہی ہیں کہ بس آیا ہی چاہتے ہیں۔ دربار میں امراء کی گفتگو سے بھنبھناہٹ کا سماں طاری ہے۔

سامنے کی طرف اونچے تخت پر ایک جواہرنگار کرسی بادشاہ کے لئے مخصوص ہے۔ دائیں طرف ولیعہد سلطنت مرزا جوان بخت اور ان کے بھائی مرزا مغل سپہ سالار افواج کی کرسیاں ہیں۔ بائیں طرف وزیر اعظم اور طبیب شاہی عمدۃ الحکمار حکیم احسن اللہ خان صاحب کی نشست ہے۔ ولیعہد اور وزیر اعظم کی نشستیں بادشاہ کی کرسی سے نسبتاً نیچی ہیں۔ ولیعہد اور مرزا مغل کے بعد نوابین —— کلب علیخاں صاحب والئی رامپور —— امین الدین خان صاحب والئی لوہارو —— علاؤ الدین خان صاحب والئی فیروز پور —— فیض علی خاں صاحب، رئیس جھجرؔ اور دیگر امراء کی نشستیں ہیں۔ احسن اللہ خان صاحب کی نشست کے بعد مولانا قطب الدین خان صاحب —— فضل حق خیرآبادی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی صدرالدین خان صاحب آزردہ صدرالصدور، مکند لال شاہی سکترؔ اور دیگر امراء، ائمہؔ و علمائے دین و دیگر حضرات کی نشستیں ہیں۔ شعراء میں منجملہ دیگر شعراء کے مرزا اسد اللہ خان صاحب غالب قابلِ ذکر ہیں۔ انہیں بسلسلہ جشنِ سالگرہ اپنا قصیدہ پڑھنا ہے۔ ان کے علاوہ اربابِ نغمہ و فن میر ناصر احمد ہمت خاں ۔ مکھوا پکھاوجی۔ قائم خان ۔ نظام خاں ۔ رحیم سین

ستار زن (صرف یہ ستار بجائیں گے) اور راگ رس خاں وغیرہ موجود ہیں۔ اگرچہ ظلِ سبحانی، ولیعہد سلطنت اور مرزا مغل ابھی دربار میں نہیں آئے ہیں مگر تمام اہل دربار آداب دربار کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے سرگوشیوں کے انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔

غالب:۔ اماں مکند لال جی کچھ آپ نے بھی سنا؟ یہ کیا افواہیں سننے میں آرہی ہیں۔

مکند لال:۔ سن تو کچھ میں بھی رہا ہوں مگر ہم آپ دلّی والے تو صرف سن رہے ہیں (نواب علاؤالدین خاں صاحب کی طرف دیکھ کر کیونکہ وہ جشن سالگرہ میں شرکت کرنے کے لئے بہت دور سے تشریف لائے ہیں) نواب صاحب کو صحیح علم ہوگا۔

نواب علاؤالدین (نواب امین الدین کی طرف اشارہ کر کے) میری بھی ابھی نواب صاحب سے یہی بات چیت ہو رہی تھی...... صاحب کچھ عجیب عالم ہے۔ (یہ کہکر خاموش ہو جاتے ہیں۔)

غالب:۔ (متجسس انداز میں) کہئے کہئے آپ رک کیوں گئے!

نواب علاؤالدین کیا عرض کروں...... (ہاتھ ماتھے پر رکھ کر ذہن پر زور دیتے ہیں پھر رک کر) دراصل کئی واقعے ہوئے ہیں..... فرنگیوں نے بھی تو آخر حد کر دی تھی...... کب تک آخر..... ہندوستانی لاکھ بے غیرت سہی...... مگر اب تو.........

(اس عرصہ میں نواب کلب علی خاں، امام بخش صہبائی، فیض علی خاں اور دیگر

عمائدین بھی متوجہ ہو جاتے ہیں۔)

کلب علی خاں:۔ کہئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سنا تو کچھ میں نے بھی ہے تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔

پس منظر سے ہلکی سی آواز آتی ہے باادب باملاحظہ ہوشیار صاحبِ قرآں حضرت ظلِ سبحانی تشریف لاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگوشیاں یکلخت بند ہو جاتی ہیں۔ سب فوراً نگاہ نیچی کئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نقیب اب دربار میں صدا لگاتا ہے۔ بادشاہ اس صدا کے آخر میں آکر تخت پر متمکن ہوتے ہیں۔ ساتھ میں ولیعہد سلطنت مرزا جواں بخت بہادر اور مرزا مغل بھی ہیں۔

نقیب:۔ فروغِ خاندان، صاحبِ قرآنی، فریدوں سطوت، جمشید جاہ، مہر پرچم، سکندر شان، سلیماں نگیں، سراج الدین محمد ابوظفر بہادر شاہ دہلی رونق افروز دربار ہوتے ہیں۔

بہادر شاہ، ولیعہد اور مرزا مغل اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ بیٹھ کر بادشاہ ہاتھ کا اشارہ کرتے ہیں جس سے تمام اہل دربار حسبِ مراتب باہستگی اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جاتے ہیں۔ وزیراعظم بادشاہ سے کچھ مشورہ (بانداز سرگوشی جو کسی کو سنائی نہیں دیتا) کرتے ہیں۔ پھر نقیب حسب اشارہ کہتا ہے۔

نقیب:۔ مرزا اسداللہ خان غالب اپنا کلام پڑھیں۔

مرزا غالب کھڑے ہوتے ہیں۔ دربار میں سرگوشیاں ہونے لگتی ہیں بہادر شاہ غالب کی طرف دیکھتے ہیں۔

غالب :۔ (گلا کھنکھارتے ہوئے) حضور اجازت ہے۔

بہادر شاہ:۔ پڑھئے۔

غالب :۔ قصیدہ پڑھ کر سناتے ہیں۔

صبحدم دروازۂ خاور کھلا — مہر عالم تاب کا منظر کھلا
لا کے ساقی نے صبوحی کیلئے — رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا
بزم سلطانی ہوئی آراستہ — کعبۂ امن و اماں کا در کھلا
تاج زریں مہر تاباں سے سوا — خسروِ آفاق کے منہ پر کھلا
شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے — راز ہستی اس پہ سرنامہ کھلا
وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے — عقدۂ احکام پیغمبر کھلا
پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام — اس کے فرہنگوں کا جب دفتر کھلا
روشناسوں کی جہاں فہرست ہے — واں لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا
مہر کا نیا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایت لشکر کھلا
بادشاہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوئے پایۂ منبر کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآل سعئ اسکندر کھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریب طغرل و سنجر کھلا
مجھ پہ فیض تربیت سے شاہ کے — منصب مہر و مہ و محور کھلا
باغ معنی کی دکھاؤں گا بہار — مجھ سے گر شاہ سخن گستر کھلا

فکر اچھی پر ستائش ناتمام   عجز اعجاز ستائش گر کھلا
جانتا ہوں ہے خطِ لوحِ ازل   تم پہ اے خاقانِ نام آور کھلا

تم کرو صاحب قرانی جب تلک
ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

درمیان میں اچھے اشعار پر خود بہادر شاہ نواب فیض علی خاں آزردہ اور نواب کلب علی خاں صاحب داد دیتے جاتے ہیں۔ پس منظر سے ملی جلی آوازیں واہ واہ — مرحبا — کی سنائی دیتی ہیں۔

بہادر شاہ:۔ (اختتامِ قصیدہ پر) بہت خوب مرزا صاحب . . . . واقعی آپ کا جواب نہیں (نقیب کی طرف اشارہ کرتے ہیں)

نقیب:۔ حضور ظلِ سبحانی مرزا اسد اللہ خاں غالب کو کمخواب کی قبا، دوشالہ سہ رقم، جواہر و دستار اور نجم الدولہ، دبیر الملک کا خطاب مرحمت فرماتے ہیں۔

مرزا غالب آگے بڑھ کر کورنش بجا لاتے ہیں۔ بادشاہ کے قریب جاتے ہیں۔ آٹھ دس کنیزیں بہادر شاہ کی نشست کے پیچھے خوان لئے کھڑی ہیں۔ ان میں سے ایک کنیز آگے بڑھتی ہے۔ بادشاہ اس خوان پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ یہ خوان غالب کو دے دیا جاتا ہے۔ غالب پھر کورنش بجا لاتے ہیں۔ پھر الٹے قدموں واپس آ کر اپنی نشست پر مؤدب بیٹھ

جاتے ہیں۔

نقیب:۔ (آواز لگاتا ہے) رحیم سین اپنے ستار کا کمال پیش کریں۔

رحیم سین ستار بجاتا ہے۔ سب بہت محظوظ ہوتے ہیں۔ رحیم سین شاہی ستار زن اور اپنے فن کا ہندوستان میں واحد ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ امراء سلطنت کے منہ سے بے ساختہ واہ نکلتی ہے تمام اہلِ دربار محو ہیں۔ سوائے ستار کے نغمے کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ایک سکوت اور خود فراموشی کا عالم طاری ہے۔ بہادر شاہ بھی جھوم رہے ہیں۔ یکلخت ستار رک جاتا ہے۔

بہادر شاہ:۔ (ایک دم چونک کر) یہ نغمہ بھی انعام کا مستحق ہے۔ رحیم سین قریب آؤ۔ نقیب حیرت سے منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ رحیم سین بڑھ کر کورنش بجا لاتا ہے۔ بہادر شاہ اپنے گلے سے ایک قیمتی مالا اتار کر اس کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ رحیم سین پھر جھک کر آداب بجا لاتا ہے۔ اور الٹے قدم واپس آکر اپنے مقام پر باادب بیٹھ جاتا ہے۔)

بہادر شاہ:۔ (کیف اور سرخوشی کے عالم میں) رقص .... اب ما بدولت رقص دیکھیں گے۔

نقیب:۔ شگوفہ حاضر ہو۔

شگوفہ پس منظر سے آکر کورنش بجا لاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پھر مستانہ وار ناچتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اٹھارہ بیس سال کی نوجوان
لڑکی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آہو چشم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ستواں ناک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ پتلے ہونٹ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گورا رنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شگفتہ
چہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گداز جسم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بوٹا سا قد ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ پتلی کمر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سر سے پا تک سرخ لباس میں
ملبوس پیروں میں جھانجن، جن کی موزوں آواز رقص میں تاثر و ہم آہنگی
بڑھا رہی ہے ۔ ناچتے ہوئے بالکل ایک شعلۂ رقصاں محسوس ہو رہی ہے ۔ یہ
شعلۂ جوالہ سارے دربار کو متحیر کر دیتا ہے ۔ لوگ اس کے دلکش خد و خال
اور اس سے بھی زیادہ کمال فن میں ڈوب جاتے ہیں ۔ رقص کے قریب الاختتام
ہونے پر بادشاہ کا منظور نظر خواجہ سرا محبوب علی پریشان و متفکر دربار
میں داخل ہوتا ہے ۔ اور پشت کی طرف سے بادشاہ کے قریب جاتا ہے ۔
سرگوشی کے انداز میں کچھ کہتا ہے ۔

بہادر شاہ :۔ (چیں بہ جبیں ہو کر) کون گستاخ ہے ۔ اسے ٹھہراؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ما بدولت ابھی نہیں مل سکتے ۔

خواجہ سرا :۔ (ہاتھ باندھے ہوئے) حضور وہ بضد ہے کہتا ہے میں حضور کے
لئے سب سے بڑی خوشخبری لیکر آیا ہوں ۔

(اس دوران گفتگو میں رقص جاری رہتا ہے)

بہادر شاہ :۔ (مکدرانہ انداز میں) خوشخبری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا آنے دو ۔

ہاتھ اٹھا کر رقص روک دیتا ہے۔ چند لمحے دربار میں سکوت طاری رہتا ہے پس منظر میں کچھ کشمکش کا سا انداز لئے ہوئے زور زور سے بولنے کی آوازیں۔ جوتوں کی بے باکانہ کھٹ پٹ ۔۔۔۔۔۔ ایک شخص عظیم الجثہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ طویل القامت ۔۔۔۔۔۔۔ وجیہہ اور بارعب ۔۔۔۔۔۔۔۔ فوجی وردی پہنے دربار میں داخل ہوتا ہے۔ حیرت سے پہلے چاروں طرف دیکھتا ہے۔ چہرہ دھول میں اٹا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے گھوڑے پر بڑی لمبی مسافت طے کرتا ہوا آرہا ہے۔

اجنبی:۔ (بادشاہ کو پہچان کر اکھڑ انداز میں) السلام و علیکم ظلّ سبحانی۔

بہادر شاہ:۔ وعلیکم السلام ۔۔۔۔۔۔۔۔ (استفہامیہ نظروں سے جن میں تجسّس و حیرت زیادہ اور غم و غصّہ کم ہے۔ نو وارد کی طرف دیکھتا ہے۔)

اجنبی:۔ (انتہائی جوشیلے انداز میں) عالم پناہ میں زندگی کا پیغام لے کر آیا ہوں وہ زندگی جس کا ایک ایک لمحہ ذلالت ۔ محکومی۔ پستی اور غلامی کی ہزار سالہ زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے ۔۔۔۔۔ میں اس حیاتِ جلیلہ کا پیغام لایا ہوں جو عالی جاہ کے لئے بیقرار اور شرفِ باریابی کی منتظر ہے۔ وہ زندگی جس پر مجاہدوں کو فخر اور غازیوں کو ناز ہے۔ شہیدوں کا جس پر ایمان ہے۔ جو روح کو بالیدہ اور جسم کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ جس کی تلقین خود ۔۔۔

حبیبِ خدا رسول کریم سرورِ دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ایک مسلمان ہی کے شایان شان ہے ایک ایسی زندگی جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(تمام اہل دربار دم بخود ہیں)

بہادر شاہ:۔ (غصہ میں بھرتے ہوئے) بس بس ہم بہت سن چکے اجنبی۔۔۔ ۔۔۔۔ اختصار سے کام لو۔۔۔۔۔۔۔ اس لمبی چوڑی تمہید سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

اجنبی:۔ عالم پناہ ہمارا مقصد حضور کے چھپنے ہوئے اقتدار کی باریابی ہے۔ ہم ہندوستان کی سرزمین سے انگریزوں کی شکست وریخت۔۔۔۔ تخریب وانہدام۔۔۔۔۔۔ بدعہدی وبدا طواری۔ مکر وزور۔ دروغ وفریب اور حرص وہوس کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ یہ فرنگی نابکار عہدنامے کرتے ہیں۔ مگر جب چاہتے ہیں نوک خنجر سے پھاڑ دیتے ہیں۔ یہ دوست کا بہروپ بھرتے ہیں مگر کردار دشمن کا ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ قول وقرار کئے مگر پابندی کی زحمت کبھی گوارا نہیں کی۔ ان کے منہ سے سچے بول نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر میزان عمل تک پہنچتے پہنچتے جھوٹ بن جاتے ہیں۔ جو اپنے مفاد اور مطلب کی خاطر دشمنوں کو دوست اور دوستوں کو دشمن بناتے ہیں جسے طاقتور دیکھتے ہیں اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ جسے کمزور پاتے ہیں اس کے لئے جلاد بنجاتے ہیں۔ تاجر بنکر اس ملک میں داخل ہوئے

مگر سر پہ تاج شہریاری رکھنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ اسلام کو مٹا دینا جن کا فرض اور تبلیغ عیسائیت جن کا ایمان ہے۔ میں آج انہیں.....

بہادر شاہ:۔ ٹھہرو..... اجنبی تم بہت جوش میں معلوم ہوتے ہو ہمیں بتاؤ تم کون ہو...... کس مقصد سے آئے ہو اور ما بدولت سے کیا چاہتے ہو؟

اجنبی:۔ عالیجاہ میرا نام حشمت خاں ہے میں میرٹھ کی فوجی چھاؤنی کا رسالدار ہوں وہاں ہم لوگوں نے ایک انجمن مجاہدانِ وطن کے نام سے بنائی ہے جس کے منشور پر ہم سب نے اپنے خون سے دستخط کئے ہیں اور یہ قسمیں کھائی ہیں کہ جب تک فرنگیوں کو وطن سے نکال نہ دیں گے آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ میرٹھ میں قتل عام ہو رہا ہے۔ نہ صرف فوج بلکہ سول عمّال اور رعایا بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ "مجاہدانِ وطن نے فیصلہ کیا ہے کہ حضور کو کلّی اختیارات سونپ کر انگریزوں سے جنگ کی جائے۔ ۔ ۔ ۔ حضور حسب سابق ہمارے آقا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مغلیہ سلطنت کو پھر وہی اقتدار عظمت اور شان و شکوہ حاصل ہو جو اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ہمارے ساتھ لکھنؤ کی پلٹنیں۔ کانپور کے رسالے۔ مہارانی جھانسی اور ان کی فوجیں نانا صاحب۔ نجیب آباد کے روہیلے۔ جنرل بخت خاں اور سارا روہیلکھنڈ ہے ہم

سب حضور کے اشارے کے محتاج اور اجازت کے منتظر ہیں۔

بہادر شاہ:۔ (جوش و غیظ کی حالت میں) تم ہمیں ایک نیا سراب دکھانے آئے ہو حشمت خاں، ہماری اس موجودہ حالت کا ذمہ دار کون ہے؟۔ تم ــــ اور تم سب ــــ (یہ کہتے ہوئے تمام اہلِ دربار کی طرف اشارہ کرتا ہے) تم میں کتنے ہیں جو حقیقی وفادار اور سچے بہادر ہیں۔ کتنے میر جعفر اور کتنے میر صادق ۔۔۔۔۔۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (یکلخت رک کر سوچنے لگتا ہے) دربار میں سنّاٹا چھایا ہوا ہے لوگ سانس روکے آنے والے حالات کے منتظر ہیں۔۔۔۔۔۔ (اتنے میں فیض علی خاں والئ جھجرّ اٹھتے ہیں)

فیض علی خاں:۔ ظلِ سبحانی گستاخی معاف ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ حضور نے بجا ارشاد فرمایا۔ یقیناً مسلمان کے خون میں آمیزش بھی ہو چکی ہے اور حیدر آباد، بنگال اور اودھ کے ناسور بھی پڑ چکے ہیں۔ مگر حضور سب ایسے نہیں ہیں۔ اب بھی اسلام کے لئے جانیں قربان کرنے والے۔۔۔۔۔۔ اپنے شہنشاہ کے وفادار غلام۔۔۔۔۔۔۔ اور اسلاف کی عظمتوں کے لئے سینہ سپر ہونے والے موجود ہیں۔ ابھی ہم میں وہ چنگاری باقی ہے جو اس خاکستر کو از سرِ نو بھڑکا دے۔ صرف جاندار قیادت کی

ضرورت ہے۔

بہادر شاہ:۔ (پھر غضبناک ہو کر) جاندار قیادت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تم نے کیا کہا فیض علی خاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے اور ہمارے اسلاف نے کس کام اور کس فرض کی بجاآوری سے منہ موڑا ہے۔ خدا گواہ ہے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں اور اس حالت میں جس کے متحمل ہیں ۔ ۔ ۔ ضرور کرتے ہیں۔

نواب علاؤالدین خاں: عالم پناہ بجا ارشاد ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں شک نہیں ہم میں بجائے خود بڑی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں — مگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو سلطنت کے زوال انحطاط میں ہندوؤں، مرہٹوں اور سکھوں کا ہاتھ سب سے زائد ہے۔

بہادر شاہ:۔ نواب صاحب! دوسروں کو بُرا کہنے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے وہ کون سی کمینہ خصلت ہے۔ جو آج ہم میں نہیں پائی جاتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج ہم میں شیعہ، سنی چند سکوں کی خاطر انگریزوں کے ہوا خواہ، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنگالی۔ دکنی۔ ملکی۔ غیر ملکی تو بہت ہیں مگر مسلمان بہت کم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان حالات کا جو نتیجہ ہونا چاہئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم بھگت رہے ہیں۔

نواب کلب علیخاں:- جہاں پناہ گستاخی معاف ہو اگر حضور آج عزم صمیم کے ساتھ کھڑے ہو جائیں تو آج یہ خرابیاں اور برائیاں صفحہ ہستی سے مٹ سکتی ہیں آخر ہم وہی مسلمان ہیں جنہوں نے قرون وسطیٰ میں سارے عالم کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

بہادر شاہ:- ہم وہ مسلمان ہرگز نہیں کلب علی - - - - - - - - ہم میں کتنے طارق - - - - - - - کتنے عبدالرحمٰن - - - - - کتنے موسیٰ بن نصیر اور کتنے خالد بن ولید ہیں - ہمارے علماء میں کون ایسا ہے جو زہد عبداللہ، ریاضت بلال اور ہمت خیبر شکن رکھتا ہو - - - - - کتنے ابو حنیفہ - مالک اور شافعی ہیں ہمارے عہد نے کتنے رومی - غزالی اور رازی پیدا کئے - - - - - - - - - - - (حشمت خاں چپ کھڑا اس مباحثے کو سن رہا ہے - اس کے دل پر اب دربار کی عظمت کا سکہ بیٹھ چکا ہے - بادشاہ کی بات کاٹ کر کہتا ہے۔)

حشمت خاں:- حضور میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ - - - - - - -

بہادر شاہ:- (بات کٹنے پر جھلا کر) خاموش رہو - - - - - - - - ہمیں کہنے دو حشمت خاں یہ سب لوگ ما بدولت کو غلط سمجھتے ہیں — ہم آنکھیں بھی رکھتے ہیں اور طاقت دید بھی — کان بھی رکھتے ہیں اور قوت سماعت بھی - - - - - - - - ہمارے پاس دماغ بھی ہے اور پرواز خیال بھی - - - - - - - کیا ہمارے سامنے

تمام حالات نہیں ہیں۔ مگر ہم اپنی لٹی ہوئی عزت کو مزید لٹوانا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے چھنے ہوئے اقتدار کو فرش خاک پر لٹانا ہمیں پسند نہیں۔

کلب علیخاں فیض علیخاں اور دیگر امراء: معاذ اللہ حضور ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں۔۔۔۔حضور دراصل غلط فہمی ہوئی ہے۔

بہادر شاہ:۔ غلط فہمی (طنزیہ انداز میں) ہاں شاید ہم کو ہی غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔

حشمت خاں:۔ (جو پہلی ڈانٹ پر سہم گیا تھا پھر جوش میں بھر جاتا ہے۔ ظل سبحانی اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔

بہادر شاہ:۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

حشمت خاں:۔ عالم پناہ کے تمام ارشادات بجا ہیں واقعی ہم وہ نہیں رہے جو پہلے کبھی تھے۔ مگر جہاں پناہ پر یہ بات بھی روشن ہے کہ ساری قوم ایسی نہیں۔ جہاں میر جعفر اور میر صادق موجود ہیں وہاں بہت سے خانہ زاد ایسے بھی ہیں جو حضور کے نام پر اپنی جان قربان کر دینا اپنا فرض اور مایۂ افتخار سمجھتے ہیں۔ حالات اس وقت بالکل بدل چکے ہیں۔ وہ بھی جو فرنگی کی ملازمت اور خوشامد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے آج بیزار اور پشیمان ہیں۔ کمپنی کی تمام دیسی فوجیں برگشتہ ہیں۔۔۔۔۔۔ فرنگیوں کے نت نئے مظالم سہنا اب قوت برداشت

کے امکان میں نہیں رہا۔ گائے اور سور کی چربی والے
کارتوس بالجبر استعمال کرائے جارہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ نافرمانی کی سزا سخت ترین ہے۔ ہر طرف دھاندلی۔
بددیانتی اور خیانت کا بازار گرم ہے۔ امانت۔ دیانت۔
خاندانی شرافت اور عزت نفس قصۂ پارینہ بن چکے ہیں
حق گوئی کی سزا موت ہے۔ عصمتیں اور عفتیں لٹنا روزمرہ کا
معمول ہے۔ اشراف ذلیل اور ذلیل اشراف میں شمار
کئے جاتے ہیں۔ آخر کب تک حضور ہم یہ ظلم خود پر روا
رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ بہت دیر میں مگر آخرکار ہمیں اب
ہوش آچکا ہے ہم اگر آج کمر ہمت کس لیں تو یقیناً اپنی
کھوئی ہوئی عظمت اور حضور کا چھنا ہوا اقتدار واپس لے
سکتے ہیں۔

نواب رامپور:۔ (انتہائی جوش میں) ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ——
حشمت خاں۔

بہادر شاہ:۔ (حشمت خاں کی تقریر سے کچھ متاثر ہوکر) حکیم صاحب ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ (بادشاہ
کے اس جملے سے سارے دربار میں مسرت کی ایک لہر دوڑ
جاتی ہے۔ اہل دربار جو پہلے ہی حشمت خاں کے ہم خیال بن
چکے ہیں بےچینی سے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں کہ بادشاہ

ہم سے بھی رائے پوچھے۔)

حکیم احسن اللہ خاں:۔ (جو وزیر اعظم ہیں) جہاں پناہ ہر کام کرنے سے پہلے اس پر غور و خوض لازم ہے۔ بظاہر حشمت خاں کی بیان کردہ داستان بہت حسین دل فریب اور دلچسپ ہے مگر عوامل و عواقب کیا ہوں گے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

(احسن اللہ خاں انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔ بعد میں یہ شخص بہادر شاہ کے خلاف گواہی دیتا ہے۔)

مرزا مغل:۔ (افواج سپاہی کا سپہ سالار جواب تک خاموشی سے سب کچھ سُنتا اور غور کرتا رہا ہے۔ گفتگو میں پہلی مرتبہ حصّہ لے کر) ظلِّ سبحانی غور و خوض بہت ہو چکا اب عمل کی ضرورت ہے۔ اکبر و بابر کی روحیں منتظر ہیں کہ کب عظمت تیموری کے نام لیوا میدان عمل میں گامزن ہوتے ہیں۔ ہمیں ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت ہزار درجے عزیز ہے۔ کیوں علاؤالدّین تمہارا کیا خیال ہے۔

علاؤالدین خاں:۔ ولی نعمت خانہ زاد حضور کا ہم خیال ہے۔ ہمارے لئے دو ہی راستے ہیں۔ تخت یا تختہ۔

فیض علی خاں:۔ (جواب تک اس بات کا منتظر تھا کہ مجھ سے بھی بادشاہ کچھ پوچھیں گے خود ہی کہتا ہے۔

حضور حشمت خاں ہمارے لئے اک نئی صبح کا پیغام لایا ہے۔

ہم مدت سے جس انقلاب کی راہ دیکھ رہے تھے اس کے لئے میدان ہموار ہو چکا ہے صرف حضور کے اشارے کی دیر ہے۔

حشمت خاں:- غلام حضور کی اجازت کے لئے ہمہ تن گوش ہے۔

بہادر شاہ:- حشمت خاں آج تم ہماری قوت ارادی کو للکارنے آئے ہو۔ بتاؤ ہم نے اور ہمارے اسلاف نے کب اور کس طرح اپنے فرائض کی بجا آوری سے منہ موڑا ہے۔ کیا یہ غلط ہے جب مسلمانوں نے دہلی ہی میں دو دو دربار سجائے ہوئے تھے اس وقت صاحب قراں امیر تیمور نے اسلامیان ہند کی عزت و ناموس کو اغیار کے دست برد سے بچایا۔ کیا تم اس سے منکر ہو کہ خلد آشیاں ظہیر الدین محمد بابر نے اس تاج کی اس وقت حفاظت کی جب کہ مسلمان اس کو بوجھ سمجھ کر پھینک دینا چاہتے تھے۔ حشمت خاں کیا تم اس سے منکر ہو کہ ہماری اس جدّو جہد کے باوجود آصف الدولہ سلطنت چینکلیچ خاں اور الوری خاں جیسے لوگوں نے اپنی اغراض کی خاطر سلطنت سے غدّاری کی۔ ہم اپنے کون کون سے زخم ہائے جگر دکھلائیں حشمت

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
که بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

حشمت خاں مگر ما بدولت تمہارے جذبات اور بے باکی قدر فرماتے ہیں۔ ہم نے یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہا کہ ہم اس جہاد میں شرکت

کے لئے متذبذب ہیں۔ ہمیں تو تمہاری اور اپنے امراء کی قوتِ ایمانی کا امتحان مقصود تھا۔ (جوش کے عالم میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ امراء دربار بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔) حشمت خاں ہماری رگوں میں اب بھی بابری خون گردش پذیر ہے۔ ہم بوڑھے ہو چکے مگر ہمارا عزم جوان ہے۔ امتدادِ زمانہ نے ہمارے بالوں کو سفید کر دیا ہے لیکن ہمارا لہو سفید نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم فاروقِ اعظم، فاتح خیبر اور خالد جرّار کی قسم کھا کر عہد کرتے ہیں کہ تثلیث پرستوں کے سر توحید پرستوں کے آگے جھکا دیں گے۔

حشمت خاں مجاہدانِ وطن سے ہمارا سلام کہو۔ اور ان بہادروں کو مژدہ سنا دو کہ تمہارا ضعیف مگر جواں ہمت بادشاہ تمہارے ساتھ ہے۔

(حاضرینِ دربار اپنی تلواریں بلند کر لیتے ہیں)

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

مقام :- قلعیٰ معلّیٰ کا زنان خانہ

وقت :- ۱۳ر مئی کی ایک سہ پہر

کنیز باغ کا منظر

کنیز لالہ رخ اپنی دھن میں مگن گنگناتی ہوئی داخل ہوتی ہے اور ادھر اُدھر کچھ تلاش کرنے لگتی ہے۔ صنوبر (کنیز) اس کے پیچھے اس طرح داخل ہوتی ہے کہ لالہ رخ کو اُس کا علم نہیں ہو پاتا۔ صنوبر اس کے تجسس اور تلاش کی نقلیں بناتی جاتی ہے۔ چہرے کے اتار چڑھاؤ سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ لالہ رخ کے تجسس کا راز معلوم کرنا چاہتی ہے۔ لالہ رخ کو جب مطلوبہ شئے نہیں ملتی تو وہ مضطرب ہو کر پلٹتی ہے۔ پلٹتے ہی صنوبر سے ٹکر ہو جاتی ہے۔ لالہ رخ چونکہ اپنے خیال میں اکیلی ہی داخل ہوئی تھی وہ اس اچانک ٹکر پر بوکھلا کر چیخ پڑتی ہے۔ صنوبر بے تحاشہ ہنسنے لگتی ہے۔ لالہ رخ کی چیخ سنکر اور دو کنیزیں مہتاب اور گلبدن بھی پس منظر سے داخل ہوتی ہیں۔

گلبدن:۔ (تقریباً دوڑتی ہوئی قریب آکر) اری کیا ہوا۔

لالہ رخ خاموش اور صنوبر ہنستی رہتی ہے۔

مہتاب:۔ اری بتاؤ نا کیا ہوا .... (استفہامیہ نظروں سے لالہ رخ کو دیکھتی ہے)

لالہ رخ:۔ (جھینپتے ہوئے) .... ہوتا کیا .... اس مردار (صنوبر کی طرف دیکھ کر) نے ڈرا دیا ......

صنوبر:۔ (نقل اتار کر) ڈرا دیا .... شکل تو دیکھو ......

بڑی ننھی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے ڈرادیا اور یہ ڈر گئیں (کچھ توقف کے بعد طنزاً) اری یہ تو سچ مچ کانپ رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ منہ بھی فق ہوگیا ۔ ۔ ۔ ۔ (ہاتھ پکڑ کر دیکھتی ہے ۔) ہاتھوں کے طوطے بھی اڑ گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تمسخرانہ انداز سے) اری بنّو کیا ہوا ۔

لالہ رخ :۔ (ہاتھ چھڑاتے ہوئے) چھوڑو صنوبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر)

تمہیں اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں ۔

گلبدن :۔ کیوں خیریت تو ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل تو اپنی جگہ ہے نا ۔ ۔ ۔ ۔

مہتاب :۔ نخرے کرنا تو کوئی ہماری گلبدن سے سیکھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں نہ ہوں آخر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا نے حُسن جو دے رکھّا ہے ۔

صنوبر :۔ (لالہ رخ کی طرف دیکھ کر شرارت سے مسکراتے ہوئے) کچھ ہمیں بھی بتاؤ نا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بیزاریاں کیوں ہیں آخر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لالہ رخ :۔ (الھڑپنے سے گھبراتے ہوئے) ۔ ۔ ۔ کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے اللہ ہمیں بناؤ نہیں (منہ ہاتھوں سے چھپا لیتی ہے ۔)

صنوبر :۔ ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اری بگلی مرزا مغل کوئی کنکر پتھر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو تو روش ڈھونڈتی پھر رہی ہے ۔

لالہ رخ :۔ دیوانے پن کی تو تُو اڑ رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا مجھے پتہ نہیں

کہ وہ جہاد پر گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (یہ کہتے کہتے لہجہ رنجیدہ ہو جاتا ہے)

مہتاب :۔ اے جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو منہ کیوں بسورتی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جہاد پر جانا تو ثواب کا کام ہے۔

گلبدن :۔ اری جہاد بھی کہیں اس نگوڑی شگوفہ کے ہاں نہ لڑا جا رہا ہو۔

لالہ رخ :۔ (مہتاب سے) میں کیوں مُنہ بسورتی تمہیں تو بس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

گلبدن :۔ (بات کاٹ کر) ہاں ہاں تم تو خوشیاں منا رہی ہو گی کہ چلو بلا ٹلی۔ شہزادوں کی کوئی کمی ہے ۔ ۔ ۔ ؟

مہتاب :۔ یہ بات ہے۔ (معنی خیز انداز میں) تو پھر جشن مناؤ گی کے چراغ جلاؤ۔

لالہ رخ :۔ (بھنّا کر) واہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خوب رہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم سے تو بات کرنا بھی غضب ہے چٹ بھی میری پٹ بھی میری۔

صنوبر (مناتے ہوئے) اے جی تم تو بالکل چھوئی موئی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا ذرا سی باتوں کا برا نہیں مانا کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چلو غصّہ تھوک دو۔ ہاں یہ بتاؤ تم ڈھونڈ کیا رہی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لالہ رخ :۔ کچھ ڈھونڈھ رہے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم سے مطلب۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں بتاتے تم جاسوسی کرنے والی کون

ہو۔۔۔۔۔؟

صنوبر:۔ میں کیوں کرنے لگی جاسوسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہائے لوگو (ہتھیلی سر پر مار کر) کیسا برا زمانہ آگیا ہے۔۔۔۔ہمدردی جتانا بھی تو اب گناہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(شرارت سے) چلو ہم بھی اب نہیں بتاتے ہم خود تھوڑی آئے تھے ہمیں تو کسی نے بھیجا تھا۔۔۔۔

لالہ رخ:۔ (بیچین ہو کر) کس نے۔۔۔۔۔۔۔۔ میری بنو بتا کس نے بھیجا تھا کیا بات ہے؟

صنوبر:۔ ہم تو نہیں بتاتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (منھ دوسری طرف پھیر لیتی ہے۔)

لالہ رخ:۔ اری پگلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔جھمکا گر گیا تھا۔وہ ڈھونڈھ رہی تھی تو بھی تو بات کا بتنگڑ بنا لیتی ہے۔

صنوبر:۔ (شرارت سے گلبدن کی طرف آنکھ مار کر)۔۔۔۔۔۔ اچھا تو پہلے ہمیں مناؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہماری خوشامد کرو۔۔۔۔

لالہ رخ:۔ (کچھ خفگی۔۔۔۔۔۔کچھ ملامت کے لہجے میں) اچھی۔۔۔۔۔۔۔۔اب بتا بھی دو۔۔۔۔۔۔۔اتنے نخرے اچھے نہیں ہوتے۔

صنوبر:۔ (مٹھی اس کی طرف بڑھا کر) بوجھو تو جانیں۔

لالہ رخ :- (مٹھی کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے) جھمکا ہوگا تمہیں کہاں ملا۔ (منہ بنا کر) یہ بہت بری بات ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم وہاں بھی پہونچ گئیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر جگہ سائے کی طرح ساتھ نہ لگی رہا کرو۔

صنوبر :- (ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے) پھر الزام لگانے لگیں ۔ ۔ ۔ ۔ جاؤ نہیں بتاتے

لالہ رخ :- (جھلا کر) بس اب بتا بھی دو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زیادہ پریشان نہ کرو۔

صنوبر مٹھی کھول کر دکھاتی ہے۔ جس میں ایک ہیرا ہے۔

گلبدن :- یہ تو جھمکا نہیں ہے۔

مہتاب :- ہیرا ہے ۔ ۔ ۔ مگر اس کا تو نہیں ہے۔

صنوبر :- نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اسی کا ہے۔

لالہ رخ :- میرا؟

صنوبر :- ہاں تمہارا ۔ ۔ ۔ ۔ !

لالہ رخ میرے پاس تو ایسا کوئی ہیرا نہیں تھا۔ (غور سے دیکھ کر) یہ تو بڑا قیمتی ہیرا ہے۔

صنوبر :- مرزا مغل نے چلتے وقت دیا تھا۔ یہ ان کی نشانی ہے تمہارے لئے۔

لالہ رخ بیتابی سے ہیرا چھین کر آنکھوں سے لگاتی ہے

لالہ رخ:- اور کیا کہا تھا میرے شہزادے نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میں تو ملکہ زینت محل کے حضور پھنسی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ شہزادے
سے مل بھی نہ سکی۔

صنوبر:- (اٹھلا اٹھلا کر) انہوں نے کہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ لالہ رخ
سے کہنا اس ہیرے کو سنبھال کر رکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔
یہ ہماری نشانی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے گم نہ کر دیں
ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔

لالہ رخ:- ورنہ۔۔۔۔۔۔ کیا

صنوبر:- جانے دو بدشگونی کی باتیں میں کیوں کہوں۔

لالہ رخ (گھبرا کر) بدشگونی۔۔۔۔۔۔۔۔ کیسی بدشگونی!

گلبدن اس اثنا میں ہیرا دیکھنے کے لئے
لالہ رخ کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے ــــ
لالہ رخ۔۔۔۔ صنوبر کی طرف متوجہ ہے
ہاتھ سے ہاتھ ٹکرا کر ہیرا فرش پر گر
پڑتا ہے۔

صنوبر:- (چونکتے ہوئے چیں بہ چیں ہو کر) ارے۔۔۔۔۔۔۔۔
یہ کیا غضب کر دیا۔۔۔ خدا خیر کرے۔۔۔۔ خدا شہزادے
کو امان میں رکھے۔

لالہ رخ:- (روہانسی ہوکر) ارے ۔۔۔ یہ کیا کیا کمبخت

صنوبر:- ہیرا ۔۔۔۔ ۔ مٹی میں رول دیا ۔۔۔۔۔ نادان ۔۔۔۔۔ اور خدا خیر کرے۔

لالہ رخ بڑی طرح گھبرا جاتی ہے۔ ہیرا اٹھاکر صاف کرتی ہے۔ دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر آنکھوں سے لگاتی ہے۔ اور دعائیں مانگتی ہے۔

پس منظر سے چند دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں —
صنوبر اور لالہ رخ، مہتاب اور گلبدن ایک دوسرے سے لپٹ جاتی ہیں۔ ایک کنیز پس منظر سے دوڑتی ہوئی آتی ہے —

صنوبر اور لالہ رخ:- (گھبراتے ہوئے بیک زبان) اری کیا ہوا ۔۔۔۔۔ الٰہی خیر۔

آنیوالی کنیز:- غضب ہوگیا ۔۔۔۔۔۔ فرنگیوں نے قلعۂ معلیٰ کو گھیرے میں لے لیا ہے۔

مہتاب:- ہائے اللہ ۔۔۔۔ ان پر خدا کی مار ۔۔۔

وہی کنیز:- مرزا مغل اور مرزا فخرو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شہید کردئے گئے۔

مرزا مغل کا نام سنتے ہی لالہ رخ غش کھاکر گر پڑتی ہے
گلبدن اور مہتاب بڑھ کر اسے اٹھاتی ہیں۔

صنوبر :- اور ظلِ سبحانی

کنیز ظلِ سبحانی کو بھی انہوں نے نرغے میں لے لیا ہے

اسی اثنا میں دو انگریز سپاہی ونگ میں داخل ہوتے ہیں ۔ کنیزیں لالہ رخ کو سنبھالتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دھکیلتی ۔ ۔ ۔ ۔ چیختی پس منظر میں غائب ہو جاتی ہیں ۔

تیسرا سین

مقام:۔ قلعہ دہلی کا دیوان خاص

وقت:۔ یکم اپریل ۱۸۵۸ء ۱۱ بجے دن

غیب کی آواز

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

پردہ ہٹتے ہی اسی دیوان خاص کا منظر نظر آتا ہے۔ جہاں بادشاہ کا دربار ہوا تھا مگر اب دربار شاہی کی بجائے کچھ اور ہی نقشہ جما ہوا ہے۔ بیچ میں ایک اونچی میز پڑی ہے۔ جس پر سامنے کی طرف چیف جج کرنل ڈلارس بیٹھا ہے۔ ڈلارس کے دائیں طرف میجر پامر۔ میجر ریڈمنڈ اور میجر سانڈرز بیٹھے ہیں۔ بائیں طرف کیپٹن ووتھن اور مسٹر جیمس مرفی ہیں۔ فرنیچر معمولی ہے۔ داہنی طرف کچھ فاصلے پر ایک کٹہرا ہے جس میں ایک کرسی پڑی ہے۔ عدالت کی بڑی میز کے پاس ہی ایک نسبتاً نیچی کرسی و میز پر محرّرِ عدالت بیٹھا ہے۔ آگے کچھ فاصلے پر دو چھوٹی چھوٹی میزیں اور کرسیاں پڑی ہیں۔ ایک جانب میز سے کچھ فاصلے پر چار انگریز سپاہی باوردی کھڑے ہیں۔ مجرم کے کٹہرے کے بالمقابل گواہان کا کٹہرا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ صرف قیدی نظر نہیں آتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کرنل ڈلارس پہلے گھنٹی بجاتا ہے پھر کہتا ہے۔

کرنل ڈلارس:۔ (پروقار انداز میں) قیدی سراج الدین ظفر کو حاضر کرو۔

چوبدار :- (جو دروازے میں ہے وہیں سے آواز لگاتا ہے) قیدی سراج الدین ظفر کو حاضر کیا جائے۔

پس منظر میں کھٹ پٹ فوجی جوتوں کی آوازیں -------

چند سپاہیوں کے حلقے میں بہادر شاہ ظفر لائے جاتے ہیں۔ خط کئی ہفتوں سے نہیں بنا ہے۔ ننگے سر ہیں میلا سا لباس زیبِ تن ہے مگر چہرے سے شاہانہ وقار تمکنت اور سنجیدگی ٹپک رہی ہے۔ انداز سے ظاہر ہوتا ہے جیسے انہیں گرفتاری یا قید و بند کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ آگر جیوری کے ارکان اور جج پر ایک ایسی نگاہ ڈالتے ہیں جس سے بیک وقت استہزا ---------- تحقیر اور مذمت کا اظہار ہو رہا ہے۔ سپاہیوں کے حلقے میں سیدھے کٹہرے کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ وہاں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

جج کرنل ڈلارس :- (جس کے دل پر اس بے پروایانہ انداز اور شاہانہ وقار کا کافی اثر معلوم ہوتا ہے) تم کو ہمارے اس عدالت کا صدر ہونے پر کوئی اعتراض ہے؟

بہادر شاہ :- (خاموش) ....

جج ڈلارس :- بولو جو ہم پوچھتے ہیں اس کا جواب دو۔

بہادر شاہ :- (پھر خاموش رہتے ہیں)

کرنل ڈلارس :- ہم تمہارے جواب کے پابند نہیں ہیں۔ بوڑھے بادشاہ تمہیں اس عدالت پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟

بہادر شاہ :- (استہزائیہ انداز میں) غاصب ظالمو آج تمہیں بھی یہ ہمت ہو گئی

کہ ہم سے کسی بات پر جواب طلب کرو۔ احسان فراموش نمک حراموں تم آج ہم سے جواب طلب کرنے کی ہمّت رکھتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکوؤ وہ دن بھول گئے جب تم کو جنّت مکانی شاہ عالم نے بنگال۔ بہار اور اڑیسہ کی مالگزاری وصول کرنے کے واسطے اپنا ایجنٹ مقرر کیا تھا تم ہم سے ان سوالات کے مجاز کس طرح ہوئے؟ یہ سلطنت کس کی ہے؟ تم کس کے ٹکڑے کھا کر آج اس قابل ہوئے؟

کرنل ڈلارس:۔ ٹھرو ٹھرو (انتہائی غصّے میں) بوڑھے بادشاہ یہ ہماری بات کا جواب نہیں۔

بہادر شاہ:۔

(بات کٹنے پر اور زیادہ برافروختہ ہو کر)

تم وہ دن بھول گئے ہو جب ہمارے اجداد نے ازراہِ عنایتِ خسروانہ تمہیں اس ملک میں ٹھہرنے اور تجارت کرنے کی مراعات عطا فرمائیں۔ تمہارے جان و مال کی حفاظت کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر تم سگان مطلب پرست۔۔ ۔۔۔۔۔۔ تمہارے عناصر میں غدّاری۔ کینہ۔ بغض۔ مطلب پرستی۔ دغا و فریب اور تمام دیگر عناصر شیطنت مضمر ہیں

ہم نے تمہیں اشرف المخلوقات سمجھا مگر تم اسفل السافلین ثابت ہوئے۔ اپنے گریبانوں میں جھانکو۔ اپنے کردار اور حیثیت کو دیکھو۔ تم۔ لٹیرو آج ہم سے جواب طلب کرتے ہو۔۔ ہم تم سے جواب طلب کرتے ہیں۔ بتاؤ وارن ہیسٹنگز نے بیگمات اودھ کے یہاں کیوں ڈاکہ ڈالا اور اس پر تمہاری قوم نے جو مجمعٔ وحوشس وکلاب سے کسی طرح بھی کم نہیں۔۔ ۔۔۔۔۔ اسے معاف کردیا۔ ۔۔۔۔۔۔ مکار اور بزدل قوم کے نمائندو تم بتاؤ راجہ چیت سنگھ پر ظلم وجور کس لئے روا رکھا گیا؟ ٹیپو کا خون کس نے بہایا؟۔ ان کا کیا قصور تھا۔ ۔۔۔۔۔۔۔ بے وقوف ۔۔۔۔ ذلیل ۔۔۔۔ کوتاہ نظر انسانوں اپنے ان کرتوتوں کا جواب ہمیں دو۔ ہم اس ملک کے سربراہ اور اس مملکت کے بادشاہ ہیں۔ ہمیں ہر استفسار کا قانونی حق پہنچتا ہے۔

کرنل ڈلارس:۔ بس چپ رہو ہم کوئی بات نہیں سننا چاہتے۔

چند ثانئے خاموشی رہتی ہے پھر کرنل ڈلارس ممبران جیوری اور ایڈوکیٹ جنرل حلف اٹھاتے ہیں۔ گواہ اندر بلائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد وکیل سرکار ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل میجر بیرٹ بادشاہ پر عائد شدہ الزامات پڑھ کر سناتا ہے۔

میجر بیرٹ:۔ سراج الدین ظفر تم پر یہ الزام ہے کہ تم نے حکومت برطانیہ سے

بغاوت کی ۔ ۱۱ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیانی وقت میں جنرل بخت خاں رسالدار حشمت خاں مرزا مغل اور دوسرے باغیوں سے مل کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بہت سے انگریز بچوں عورتوں اور صاحب لوگوں کو لال قلعہ میں قتل کرایا۔

کرنل ڈلارس:۔ سراج الدّین ظفر جو الزامات تم پر لگائے گئے ہیں تم انہیں قبول کرتے ہو؟

بہادر شاہ:۔ بکواس بند کرو ہم تم جیسے ذلیل انسانوں کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان سے بات بھی کی جائے۔

کرنل ڈلارس:۔ (بہادر شاہ کی بات کو نظرانداز کر کے گھنٹی بجاتا ہے اور کہتا ہے) گواہ مکندلال کو حاضر کرو۔

چوبدار:۔ (آواز لگاتا ہے) مکندلال بادشاہ کا سکتّر حاضر ہو۔

ایک موٹا بے ڈول اور بھدّے جسم کا بنیا نما شخص جس کے دھوتی بندھی ہے۔ عدالت میں داخل ہوتا ہے۔ گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہے۔ بادشاہ پر نظر پڑتے ہی فوراً جھک کر جج کی طرف دیکھتا ہے۔

میجر ہیرٹ:۔ مکندلال گنگا جل اٹھا کر قسم کھاؤ کہ جو کچھ کہو گے صیح ہو گا۔

مکندلال:۔ میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں اور گنگا جل اٹھاتا ہوں کہ جو کچھ کہونگا سچ ہو گا۔

کرنل ڈلارس: بغاوت کے سلسلے میں تم کیا جانتے ہو؟

مکند لال: حضور کوئی دو سال پیشتر سے بادشاہ انگریزی سرکار سے بددل ہو گیا تھا اسے ہر وقت دھن رہتی تھی کہ کسی طرح اپنی حکومت اور طاقت پھر سے حاصل کرے۔ ان ہی دنوں بادشاہ کے بھتیجے لکھنؤ سے دہلی آئے تو بادشاہ نے ان کے مشورے سے حسن عسکری کی معرفت ایک خط شاہِ فارس کو بھیجا اس میں تحریر تھا کہ انگریزوں نے بادشاہ کو قید کر لیا ہے اور ان کی عزت خاک میں مل گئی ہے ولیعہد کی تخت نشینی کی کوئی امید نہیں رہی ہے۔ آپ جلد فوجی امداد بھیجیں تاکہ خاندانِ تیمور کی عظمت کو بحال کیا جائے

(ٹھہر جاتا ہے)

جج ڈلارس:۔ پھر کیا ہوا؟

مکند لال:۔ بس حضور مجھے اتنا ہی معلوم تھا۔ باقی حال حضور پر خود روشن ہے۔

جج ڈلارس:۔ اچھا جاؤ اور گھر رہو۔ جب ہم بلائیں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ ورنہ مجرم سمجھے جاؤ گے۔

(مکند لال ہراساں و لرزاں عدالت سے رخصت ہوتا ہے)

جج ڈلارس:۔ (گھنٹی بجا کر) حکیم احسن اللہ خاں کو حاضر کیا جائے۔

چوبدار:۔ حکیم احسن اللہ خاں سابق وزیر اعظم حاضر ہوں۔

حکیم صاحب عدالت میں داخل ہوتے ہیں۔ لباس وہی ہے جو

دربار میں زیب رتن تھا۔

میجر بیرٹ:۔ احسن اللہ خاں قسم کھاؤ کہ عدالت میں جو کچھ کہو گے۔ صحیح ہوگا۔

حکیم احسن اللہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حلفیہ اقرار کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ بیان کروں گا وہ میرے یقین و گمان کے مطابق صحیح ہوگا۔

جج ڈلارس:۔ اس غدر و بلوے کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ بادشاہ نے اس میں کیا حصہ لیا۔؟

حکیم احسن اللہ:۔ حضور لارڈ ایلن برا کے حکم سے جس وقت سے بادشاہ کو نذر دینی بند ہوئی تھی اس وقت سے یہ نہایت ملول و غمگین رہا کرتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے ولایت میں اس حکم کے متعلق شکایت کی۔ مگر جب وہاں سے بھی خاطر خواہ جواب نہیں ملا — تو انگریز گورنمنٹ کے شاکی رہنے لگے۔ اور اس کے خلاف غم و غصہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ اگرچہ میں سمجھایا کرتا تھا۔ سرکار انگلشیہ کے احسانات یاد دلاتا تھا۔ مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آخر کار انہوں نے جوڑ توڑ شروع کئے اور دولت انگلشیہ کی شکست و ریخت پر کمر بستہ ہوگئے۔ - - - - - - - - - - حضور جب دربار میں یہ منصوبہ بنا کہ دولت انگلشیہ کے خلاف جنگ کی جائے اور اقتدار بحال کیا جائے میں نے اس وقت بھی منع کیا۔

عوامل و عواقب سمجھائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
مگر مجبوراً درباریوں کی تیوریوں اور کھنچی ہوئی تلواروں۔۔
نے اپنی جان بچانے کے لئے خاموش رہنے پر مجبور
کردیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ بادشاہ نے
کھلے بندوں اس غدر میں نہ صرف حصّہ لیا۔ بلکہ اس کی
سربراہی کی ــــ انہیں کی سرکردگی میں قتل و غارت گری
دہشت انگیزی و خوں ریزی کا بازار گرم ہوا۔ انہیں کے حکم
سے ہزاروں بے گناہ انگریز معصوم بچّے اور عورتیں قتل ہوئیں۔
۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے اگرچہ قدم قدم پر روکنے
کی کوشش کی مگر جھڑک دیا گیا۔۔۔۔ اور معتوب قرار پایا۔۔
۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اپنی جان کے خوف سے خاموش
ہو رہا اور قلعہ آنا جانا بند کر دیا۔

جج ڈلارس :- اب تم جا سکتے ہو احسن اللہ خاں مگر اپنے گھر رہو۔ اور جب
ہم بلائیں فوراً عدالت آؤ۔
احسان اللہ خاں جھک کر فرشی سلام کرتا ہے۔ اور بہادر
شاہ کی طرف سے نظر چراتے ہوئے عدالت سے نکل جاتا
ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

جج ڈلارس :- (بہادر شاہ سے خطاب کرتے ہوئے) تم کچھ کہنا
چاہتے ہو؟

بہادر شاہ: ہم تم جیسے غداروں اور نمک حراموں کے سامنے کچھ کہنے کا خود کو پابند نہیں سمجھتے۔ ہم پر آج یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آستین کے سانپ کس طرح موقع پا کر ڈس لیا کرتے ہیں۔ یہ نمک حرام احسن اللہ جس کی سات پشتوں میں ہمارا نمک رچا اور بسا ہوا ہے۔ آج ہمارا دشمن اور مارِ آستین ثابت ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکندلال جیسے کمینہ لوگ جن کی ہمیشہ ہم نے پرورش کی آج ہمارے سامنے ہمیں کچھ کہنے کی جسارت رکھتے ہیں۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کر) یہ سب خداوندِ کریم کا امتحان ہے (خاموش ہو جاتا ہے)

جج ایڈوکیٹ ہیرٹ (بہادر شاہ کے خاموش ہوتے ہی) عدالت سے میں اتنا کہوں گا کہ مقدمہ کی ساری تفصیل سامنے ہے۔ سراج الدین ظفر کے جرائم ثابت ہو گئے۔ اس نے ہزاروں انگریزوں بے گناہ بچوں اور عورتوں کو قتل کرایا ہے۔ اور اس طرح سخت ترین سزا کا مستحق ہے۔ عدالت سے درخواست ہے کہ وہ انصاف کرے۔ اور مجرم کو پھانسی کی سزا دے۔

جج کرنل ڈلارس (پہلے سرگوشیوں میں ارکانِ جیوری سے کچھ مشورہ کرتا ہے۔ پھر فیصلہ سناتا ہے۔)

الزامات بالکل صاف ہیں اور سراج الدین ظفر نے قبول کر لئے ہیں۔ سراج الدین ظفر پھانسی کا مستحق ہے۔ مگر ہم ملکۂ عالیہ وکٹوریہ کے

رحم کو مدِّ نظر رکھ کے مجرم کو عمر قید کی سزا دیتے ہیں۔ پریوی کونسل مقام طے کرے گی۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ سزا کا مقام ہندوستان سے باہر کہیں ہو۔

پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے۔

پس منظر کی آواز

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہیگی زبانِ خنجر لہو پکارے آستیں کا

چوتھا سین

مقام:- دھلی کی ایک رہ گذر

وقت:- تقریباً ۹ بجے صبح ، اپریل سنہ ۱۸۵۸ء

ایک رہگذر کا منظر

ایک مفلوک الحال شخص سڑک پر مندرجہ ذیل اشعار دردناک آواز میں گاتا ہوا جا رہا ہے۔

لگتا نہیں ہے دل مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید تھی لکھی فصلِ بہار میں
ان حسرتوں سے کہدو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں
اتنا ہے بدنصیب ظفرؔ دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

ایک شخص یہ دردناک اشعار سن کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور جیب سے کچھ نکال کر اس ادھیڑ عمر مفلوک الحال شخص کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے۔

وہی شخص:- (کچھ دیتے ہوئے) بڑے غضب کے شعر پڑھتے ہو میاں یہ کس کا کلام ہے۔

مفلوک الحال :۔ (آہ بھر کر بھیک واپس لوٹاتے ہوئے) اسے اپنے پاس رکھو میاں ہم فقیر نہیں ہیں (بھیک کا خیال غمزدہ کر دیتا ہے چند ثانیے ٹھہر کر) میاں یہ چچا جان کے اشعار ہیں۔

اسی اثنا میں ایک دوسرا شخص بھی جو شعر سن رہا تھا۔ قریب آجاتا ہے۔

دوسرا شخص :۔ چچا جان کے؟ ارے بیوقوف یہ ہمارے بادشاہ سراج الدین ظفر کے اشعار ہیں۔

مفلوک الحال :۔ (اس کی بدزبانی کو درگذر کرتے ہوئے) ہاں بھیا تو ہم نے کب کہا ہے کہ ان کے نہیں ہیں۔

پہلا شخص :۔ ارے .... تو کیا وہ آپ کے چچا تھے .... (بغور دیکھ کر) آپ ..... حضور حیدر شکوہ .... (حیرت سے زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

دوسرا شخص :۔ (پہلے کو مخاطب کر کے) جھوٹ بولتا ہے یار .... بہادر شاہ کا بھتیجہ اور اس حالت میں!

حیدر شکوہ :۔ ہاں میاں ابھی کیا ہوا ہے

؎ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مسلمانوں کا انجام اس ملک میں بہت برا ہونے والا ہے۔

پہلا شخص :۔ (التجائیہ لہجے میں) دیکھئے اس طرح اب نہ کہئے گا زمانہ

بڑا خراب ہے۔ خاندانِ مغلیہ کے شہزادوں اور دیگر افراد
کو چن چن کر پکڑا جا رہا ہے۔

حیدر شکوہ (آہ بھر کر) ارے میاں
اب کیا رہا ہے جس پہ رقیبوں کا ڈر کریں

دوسرا شخص نہیں صاحب ۔۔۔۔۔۔۔ احتیاط لازم ہے۔ اپنی جان خطرے
میں ڈالنا کونسی عقلمندی ہے۔

پہلا شخص آپ کو علم نہیں ۔۔۔۔۔۔ چوک پہ پھانسیاں لگی ہوئی ہیں
انگریز چن چن کر مسلمانوں کے سربراہوں اور رہنماؤں کو دار پر
چڑھا رہے ہیں۔ عصمتیں لٹ رہی ہیں ۔۔۔۔۔۔ آپ کو بڑی
احتیاط لازم ہے۔

دوسرا شخص چلئے ہمارے گھر چلئے ۔۔۔۔۔۔ جس قابل ہیں حاضر ہیں۔
دور سے ایک انگریز سپاہی آتا ہوا نظر آتا ہے۔

حیدر شکوہ نہیں میاں شکریہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر قسمت میں آرام
ہوتا تو اس درج کو کیوں پہنچتے ۔۔۔۔۔۔۔ بہادر شاہ
کیوں پکڑے جاتے۔

یہ الفاظ آنے والے سپاہی کے کان میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ قریب
آکر حیدر شکوہ کو دھکے دے دیکر ڈانٹتا ہے۔
دونوں اشخاص تیز تیز قدم اٹھا کر پس منظر میں غائب ہو جاتے ہیں

سپاہی :۔ ٹھوکریں مارتے ہوئے) چل بھاگ ۔۔۔۔ بہادر شاہ کا

بیٹا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کمبخت بہادر شاہ کے بیٹے پوتوں نے بھی ناک میں دم کر دیا ہے۔

حیدر شکوہ کراہتے ہوئے آگے آگے اور سپاہی پیچھے پیچھے پس منظر میں غائب ہو جاتے ہیں۔

پردہ گرتا ہے۔

پانچواں سین

مقام:۔ رنگون۔

وقت:۔ ۷ نومبر ۱۸۶۲ء تقریباً سات بجے شام

شام کا وقت ہے۔ رنگون کے ایک دو منزلہ مکان میں جو لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ سامنے ایک کمرے کا منظر نظر آ رہا ہے۔ کمرے میں سامنے کی طرف ایک جھلولنگا چارپائی پڑی ہے۔ جس پر تاجدار ہند بہادر شاہ ظفر میلا لباس پہنے ننگے سر لیٹا کراہ رہا ہے۔ کبھی کبھی خاموش ہو جاتا ہے۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے اور بے ترتیب ہیں۔ پلنگ کی پٹی سے لگی ہوئی زینت محل بیٹھی ہوئی ہے۔ غمگین ــ اداس اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے۔ دوپٹہ سر سے ڈھلکا ہوا چہرے پر جھرّیاں پڑی ہوئی ہیں۔ عمر اگرچہ پچپن سے زیادہ نہیں مگر چہرے سے زائد ظاہر ہو رہی ہے۔ سیدھے ہاتھ کو ایک تخت بچھا ہوا ہے جس پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ تخت پر مصلّا بچھا ہوا ہے۔ پاس ہی ایک میلا سا بغیر قلعی کا لوٹا رکھا ہے جو وضو کے لئے ہے۔ داہنے ہاتھ کی طرف ایک میلی سی دری بچھی ہے جس پر کوئی نہیں ہے (زینت محل کا لباس بہت کثیف، میلا اور دوپٹہ پھٹا ہوا ہے بال سفید ہیں مگر چلنے پھرنے کے انداز سے ضعف ظاہر نہیں۔)

زینت محل سرتاج! کیسی طبیعت ہے؟

بہادر شاہ (خاموش رہتا ہے)

پس منظر سے غمگین کن موسیقی کے ساتھ یہ اشعار سنائی دیتے ہیں۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں

مرا رنگ روپ بگڑ گیا مرا حسن مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں
میں نہیں ہوں نغمہ جانفزا مجھے سن کے کوئی کریگا کیا
میں بڑے بروگ کی ہوں صدا میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

زینت محل (دوبارہ غم واندوہ سے لرزتی ہوئی آواز میں) کیوں سرتاج! کیا پھر تکلیف بڑھ گئی ہے؟۔

بہادر شاہ (ایک گہری کراہ کے ساتھ) نہیں بیگم۔ ۔ ۔ ۔ (رک رک کر) اللہ تیرا شکر ہے!
(یہ کہہ کر تیزی کے ساتھ کراہنے لگتا ہے۔ چہرہ کسی شدید اندرونی تکلیف کا غماز ہے۔ زینت محل گھبرا جاتی ہے)

زینت محل فصیب دشمناں کیا پھر درد بڑھ گیا؟

بہادر شاہ (خاموش)

دور پس منظر سے کھٹ پٹ کی آواز آتی ہے۔ ایک نوجوان جس کی عمر بمشکل بیس بائیس سال ہوگی کمرے میں باہستگی داخل ہوتا ہے تاکہ مریض کو تکلیف نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چہرہ حزن و ملال کا آئینہ ہے۔ بیچارگی اور مایوسی کی تصویر نظر آتا ہے۔ ننگے سر ہے۔ پیروں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہیں۔ بے انتہا بوسیدہ اور میلے کپڑے زیب تن ہیں۔ آ کر پہلے بادشاہ پھر زینت محل کو بغور دیکھتا ہے۔ منہ سے کچھ نہیں کہتا پھر باہستگی دائیں طرف بچھی ہوئی دری کی طرف چل دیتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ولیعہد سلطنت ہند

مرزا جواں بخت ہے۔

زینت محل:- (جو اس عرصے میں جواں بخت کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھتی رہتی ہے۔ اسے دری کی طرف جاتے دیکھ کر کہتی ہے) کیوں بیٹے حکیم صاحب نہیں آئے؟

مرزا جواں بخت (بیچارگی کے عالم میں) امی جان میجر صاحب کا حکم ہے کہ بغیر ان کی اجازت کے کوئی ہمارے گھر نہ آئے میں ایک حکیم صاحب کو لا بھی رہا تھا مگر سپاہیوں نے روک دیا۔

زینت محل:- خدایا یہ کیا غضب ہے! کیا اب، ہم علاج بھی نہیں کرا سکتے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (سر پر ہاتھ رکھے تصویر یاس بنی آدھے منٹ تک سکوت میں بیٹھی رہتی ہے۔ مرزا جواں بخت جو اب دری پر بیٹھ چکا ہے جوتے اتار کر ایک طرف رکھ دیتا ہے۔ اور ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر ماں کو تکنے لگتا ہے۔ بہادر شاہ کی طبیعت بھی اب پر سکون ہے۔ بیوی اور بیٹے کی طرف دیکھتا ہے۔)

زینت محل (کچھ سوچتے ہوئے) بیٹے تو پھر اسی ظالم میجر سے اجازت لے کر حکیم صاحب کو لاؤ نا!

مرزا جواں بخت امّی جان (سمجھانے کے انداز میں) تین دن سے روز میجر صاحب کے بنگلے پر جا رہا ہوں۔ کبھی وہ آرام میں ہوتے ہیں۔ کبھی گھر پر ہوتے ہی نہیں۔ چھاؤنی پر جاتا ہوں تو جواب ملتا ہے یہاں

ملاقات نہیں ہو سکتی۔ گھر پر ملنا۔

زینت محل:۔ بیٹے پھر جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھتے نہیں تمہارے ابا حضور کا کیا حال ہو رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تم میجر کے گھر جا کر بیٹھ جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی تو آخر ملیں گے۔

مرزا جواں بخت:۔ (معصومیت سے) امّی نوکر اندر بیٹھنے نہیں دیتے۔ کہتے ہیں پھر آنا یا باہر باغیچے میں ٹھہرو۔

زینت محل:۔ (ایک آہ سرد کھینچ کر) آہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلطنت تیموری کے شہزادوں کی یہ عزت۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیٹے سب مقدر کا لکھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بہادر شاہ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس کے چہرے سے اندرونی تکلیف اور درد و الم کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی اندرونی جذبے کو دبانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (جواں بخت ایک لمحے تامل کرتا ہے پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔)

مرزا جواں بخت:۔ (دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے) اچھا امی جان اب کی بار بغیر حکیم صاحب کو لئے ہوئے نہیں آؤں گا۔

بہادر شاہ:۔ (نحیف و نزار مگر غصیلی آواز میں) ٹھہرو جواں بخت آہ بیگم یہ کیا ہو رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخری وقت ہم اس حقیر اور مصیبت

بھری زندگی کے لئے فرنگی کا احسان ہرگز نہیں لینا چاہتے۔ خبردار جواں بخت ہرگز نہ جانا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (یہ کہہ کر نڈھال ہو کر تکیہ پر گر جاتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے۔)

زینت محل سر سے بیٹے کو اشارہ کرتی ہے۔ وہ دروازہ کھول کر چپکے سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ بہادر شاہ کو خبر نہیں ہو پاتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیٹے کے جاتے ہی زینت محل دری کو جو جواں بخت کے بیٹھنے سے سکڑ گئی تھی ٹھیک کرنے لگتی ہے۔ بہادر شاہ کے منہ سے پھر بے ساختہ کراہیں نکلنے لگتی ہیں۔ زینت محل گھبرا کر بادشاہ کے پلنگ کے پاس جاتی ہے۔ اور بے قراری سے پوچھتی ہے۔

زینت محل کیوں سرتاج کیا ہوا؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بولو میرے سرتاج کیا درد پھر بڑھ گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہادر شاہ ملکہ کی طرف دیکھتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں مگر منہ سے سوائے کراہ کے اور کوئی آواز نہیں نکلتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زینت محل گھبرا کر بیٹھ جاتی ہے۔ اور بے ساختہ ہچکیوں کے ساتھ رونے لگتی ہے۔

زینت محل (ہچکیوں کے ساتھ پھٹا ہوا آنچل پھیلا کر) رحم کر بار الٰہ رحم ـــ ہم بہت سزا پا چکے ہیں۔ اپنے پیمبر کے طفیل معاف فرما۔

بہادر شاہ کی کراہیں بدستور جاری ہیں۔ چہرے سے بے انتہا تکلیف مترشح ہے۔ زینت محل پاگلوں کی طرح بہادر شاہ کا منہ تکتی ہے۔ پھر دوڑ کر تخت کی طرف جاتی ہے اور سجدے میں گر پڑتی ہے۔ ایک منٹ سجدے میں خاموشی سے دعا مانگتی ہے۔ پھر اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے۔

زینت محل (پھر دعا مانگتے ہوئے) یا الٰہ العالمین۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ اے شہنشاہوں کے شہنشاہ (ہچکیاں) اب ہم میں مزید غم اٹھانے کی سکت نہیں۔ اے پروردگار اب ہماری مشکلوں کا خاتمہ کردے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ تو رحیم بھی ہے کریم بھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے پیمبر کے طفیل معاف فرما۔

بہادر شاہ (نقیہہ آواز میں کراہتے ہوئے اس طرح آواز دیتا ہے کہ زینت محل نہیں سن پاتی) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیگم۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ بیگم۔

زینت محل بار الاہا۔ ۔ ۔ ۔ تو نے آدم کے گناہ معاف کئے۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ نوح کی کشتی ترائی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
یونس کی دستگیری کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہماری بھی فریاد سن۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلاف کے قصوروں کی سزا ہمیں نہ دے۔ ہم تیرے بہت عاجز اور گنہگار بندے ہیں۔ اپنی شان کریمی کے طفیل معاف

فرمایہ

بہادر شاہ:۔ (بہت زور دے کر) بیگم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر کراہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زینت محل ننگے پیر دوڑ کر بہادر شاہ کے پاس جاتی ہے۔

بہادر شاہ (نقیہہ آواز میں) بیگم اتنی مایوس کیوں ہو۔ خدا پر بھروسہ رکھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زینت محل خاموش رہتی ہے فرطِ غم سے منہ سے کچھ نہیں نکلتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شوہر کا چہرہ تکتی رہتی ہے۔

بہادر شاہ:۔ (کچھ توقف کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی قدر پر سکون ہونے کی کوشش کرتے ہوئے) کیا سوچ رہی ہو بیگم؟ ۔ ۔ ۔

زینت محل:۔ (آہ بھر کر) سوچ رہی ہوں بابر، اکبر اور شاہجہاں نے وہ کون کون سی غلطیاں کی تھیں جن کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔

بہادر شاہ:۔ (خلا میں تکتے ہوئے رک رک کر) یہ سب ہمارے اعمال کی سزا ہے بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ شیعہ ۔ سنی ۔ دکنی ۔ بنگالی ۔ سینکڑوں طرح کی عصبیتوں میں گرفتار ہیں ۔ اگر ایک مسلمان کو دوسرے کے سامنے ذبح بھی کر دیا جاتا ہے تو اسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ قوم اجتماعیت کا احساس کھو بیٹھی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگیوں نے باسانی ایک ایک کر کے سب کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اور آج انگریز قوم یکجہتی کے جذبے کے تحت ہم پر حکمراں ہے (جوش میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے) آہ ان مکاروں کے پنجے سے نکلنا سخت مشکل ہے بیگم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سخت مشکل ۔۔۔۔۔۔ صبر و تحمّل کے ساتھ زبردست قومی اتحاد کی ضرورت ہے۔ (چیخ مار کر) ۔۔۔۔۔۔ آہ ۔۔۔۔۔۔۔ (پیچھے کو گر پڑتا ہے زینت محل بیتاب ہو کر رونے لگتی ہے)

بہادر شاہ: (چند سکینڈ بعد آنکھیں کھول کر) آہ بیگم مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے مسلمانوں کی فکر ہے۔ کاش کوئی مردِ مجاہد پھر پیدا ہو اور مسلمانانِ ہند کو انگریزوں اور ہندوؤں کی دست برد سے بچالے (خاموش ہو کر کراہنے لگتا ہے) زینت محل دعا مانگتی ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
آج اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے

اس دین میں اب بھائی سے خود بھائی جدا ہے

فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں

بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

تدبیر سنبھلنے کی نہیں کوئی ہمارے

ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

دعا ختم ہوتے ہی بہادر شاہ کو ہچکیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔۔
زینت محل گھبرا کر کبھی دروازے کی طرف جاتی ہے۔۔۔۔۔ کبھی آ کر بہادر شاہ کا منہ دیکھنے لگتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ سارا جسم کانپ رہا ہے۔ چہرے سے کچھ ایسے غم کا اظہار ہو رہا ہے جس میں انسان رو بھی نہیں سکتا۔۔۔۔۔ سکتہ سا ہو کر رہ جاتا ہے۔

بہادر شاہ کی ہچکیاں تیز ہو جاتی ہیں۔

بہادر شاہ — اللہ۔۔۔۔۔۔۔ خدا حافظ بیگم۔۔۔۔۔۔۔۔۔
لا الٰہ الا اللہ...... محمد الرسول...... اللہ....
(روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔) زینت محل چیخ مار کر نعش سے لپٹ جاتی ہے۔ اس اثنا میں مرزا جواں بخت میجر اور حکیم صاحب دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔
جواں بخت یہ منظر دیکھ کر مبہوت کھڑا رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔
سوالیہ نگاہوں سے حکیم صاحب کی طرف دیکھتا ہے۔ حکیم بڑھکر

بہادر شاہ کی نبض دیکھتا ہے۔

حکیم انا للہ وانا الیہ راجعون

مرزا جواں بخت یہ سنکر چیخ مار کر بہادر شاہ کی نعش سے لپٹ جاتا ہے۔ زینت محل دو ثانیے خاموش آنے والوں کو گھورتی ہے۔ پھر چیخ مار کر ہذیانی انداز میں میجر سے کہتی ہے۔

نکل جا کمین ـ ـ ـ ـ ـ مردود ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ظالم ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ قاتل یہاں سے دفعان ہو جا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ہم تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔

میجر ہراسیمہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ دروازہ کھول کر فوراً نکل جاتا ہے۔

پس منظر کی آواز

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو\
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے\
داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی\
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

قیمت ایک روپیہ

154918
)B
67.